سورۃ الدّخان

Chapter 44

Merger of dust and smoke

آیات 59

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو سنورنے والوں کی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (وہ یہ آگاہی دے رہا ہے کہ)!

رکوع 12

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾

1-ح یعنی حلیم یعنی اللہ وہ جو معاملات کی باریکیوں کے مطابق سنورنے کے لئے خطا کاروں کو مہلت فراہم کرنے والا ہے۔م یعنی حکیم یعنی اللہ وہ جو درست و نادرست کی اٹل حدیں مقرر کرکے حقائق کی باریکیوں کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے (یہ اس کا فرمان ہے کہ)!

وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾

2-قسم ہے واضح کتاب کی یعنی قرآن نے سچائیوں اور غیر سچائیوں کو اِس طرح علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے کہ وہ واضح ہو کر اپنی گواہی آپ بن گئی ہیں۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾

3-اِس میں کوئی شک و شبہ نہ رکھو کہ ہم نے اس (واضح کتاب قرآن کا) نازل کرنا لیلۃ مبٰرکۃ میں کیا (یعنی ہر سیاہ دور مبارک نہیں ہوتا البتہ جس سیاہ دور میں قرآن نازل ہوا وہ انسانیت کے لئے مبارک بن گیا کیونکہ قرآن نے انسانیت کے پیمانوں کی روشنی عام کرکے ظلم اور باطل کے اندھیروں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا)۔حقیقت یہ ہے کہ ہم (شروع سے ہی انسانوں کو) ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرتے آئے ہیں (اور یہ اسی سلسلۂ رُشد و ہدایت کی آخری کڑی ہے 33/40)۔

(**نوٹ**: قرآن کے نازل ہونے کا آغاز رمضان کے مہینہ سے ہوا۔کہا جاتا ہے کہ جس دور میں اِس کا آغاز ہوا وہ 25 رمضان کی تاریخ تھی۔اسی دور کو آیت 97/1 میں لیلۃ القدر کہا گیا ہے اور آیت 44/3 میں لیلۃ مبرکۃ کہا گیا ہے۔آیت 2/185 میں ہے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن کا نازل (ہونا شروع) ہوا۔کہا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت محمدؐ کی عمر 39 سال تین مہینے اور سولہ دن تھی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس دور میں قرآن کے نازل ہونے کا آغاز ہوا وہ 6 اگست 610ء کی تاریخ تھی قرآن کے سیاق و سباق کے لحاظ سے قرآن کی افاقیت اور اِس کی مکمل اور نکھری ہوئی ہدایت کے لحاظ سے جو ساری

نوعِ انسانیت کے لئے ہے جیسے کہ آیت 14/1 میں بھی آگاہی دی گئی ہے، یہاں لیلۃ کا مطلب انسانیت کا تاریک دور ہی ہو گا۔ ویسے لیلۃ کا مادہ (ل ی ل) ہے اور عبرانی میں اِسے لیل کہتے ہیں اور سریانی میں للیا کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر اِس کا مطلب ہے ایسا اندھیرا جس کا دوسرا سرا روشنی میں بدل جائے۔ اِسی لئے اِس کا مطلب غروب آفتاب سے طلوعِ فجر تک یا طلوعِ آفتاب تک لیا جاتا ہے)۔

فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍۙ‏ ﴿۴﴾

4-(اس کتابِ مبین) میں تمام امُور کے فیصلوں کے پیمانے حکمت پر مبنی ہیں۔

اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۚ‏ ﴿۵﴾

5-(اور یہ کتابِ مُبین یعنی یہ واضح ضابطۂ حیات قرآن) ہمارے پاس سے حکم ہو کر (نازل ہوا ہے)۔ اِس میں کوئی شک وشبہ نہ رکھنا کہ ہم (شروع ہی سے اِس وحی کو اپنے رسولوں کی طرف) بھیجتے رہے ہیں (تاکہ نوعِ انسان بربادیوں سے محفوظ ہو کر امن واطمینان میں داخل ہو جائے)۔

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُۙ‏ ﴿۶﴾

6-(اور یہ کتابِ مبین) سنورنے والوں کے لئے تمہارے رب کی طرف سے بتدریج مدد ورہنمائی فراہم کرتی ہے جو انہیں ان کے کمال تک لے جانے والی ہے کیونکہ بلا شبہ وہ سب کی سنتا ہے اور جانتا ہے (کہ انسان کی رہنمائی کے لئے کِس کِس بات کی ضرورت ہے)۔

وقف لازم

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ‏ ﴿۷﴾

7-(اور یہ کتابِ مبین اُس اللہ کی نازل کردہ ہے جو) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اِن کے درمیان ہے کی نشوونما کررہا ہے۔ (اگر تم عقل وبصیرت سے کام لوگے تو) تمہیں یقین آجائے گا (کہ انسان کو واقعی اس وحی کی رہنمائی کی ضرورت ہے)۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ‏ ﴿۸﴾

8-(اِسی لئے یہ وہ) اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پرستش واطاعت نہیں کی جاسکتی۔ وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ تمہاری نشوونما بھی وہی کرنے والا ہے اور تمہارے آباءاجداد جو پہلے ہو گزرے ہیں اُن کی نشوونما بھی وہی کرتا رہا ہے۔

بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ‏ ﴿۹﴾

9- لیکن یہ لوگ (اس قدر عظیم حقیقت کے متعلق) شک وشبہ میں پڑے رہتے ہیں (اور زندگی کو محض ایک) کھیل تماشہ (سمجھتے رہتے ہیں)۔

فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۰﴾

10- (چنانچہ جب انسان اِس قدر واضح دلائل کے باوجود نازل کردہ احکام وقوانین کو تسلیم نہ کر کے اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زندگی کا حسن وتوازن تباہ کرنے پر تُلا رہے گا تو) پھر تم اُس دن کا انتظار کرو جب آسمان صاف طور پر گرد ملا دھواں لے آئے گا۔

یَّغۡشَی النَّاسَ ؕ ہٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

11- (اور یہ دھواں ایسا ہوگا) جو انسانوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ عذابِ الیم ہوگا (یعنی ایسا عذاب جس میں مسرتیں اور خوشگواریاں چھن جاتی ہیں اور غم والم طاری ہو جاتا ہے)۔

رَبَّنَا اکۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾

12- (اُس وقت انسان پکار اٹھیں گے کہ) اے ہمیں نشو ونما دینے والے! تُو اس عذاب کو ہم سے دُور کر دے۔ بلاشبہ (اب) ہم تیرے احکام وقوانین وسچائیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

اَنّٰی لَہُمُ الذِّکۡرٰی وَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۳﴾

13- (لیکن) اب اُن کا اِس آگاہی کو تسلیم کر لینا انہیں کیا (فائدہ دے گا)۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس ایسا رسول آچکا تھا (جس نے اللہ کے احکام) واضح طور پر بیان کر دیے تھے۔

ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡہُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ (وقف لازم)

14- لیکن انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے! کہ (کوئی نہ کوئی) اسے سکھا جاتا ہے (اور پھر یہ انہیں اللہ کی وحی کہہ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ) یہ دیوانہ ہے (اس کی باتیں مت سنو)۔

اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ (وقف لازم)

15- (انسانوں کا رسولوں کی آگاہی کے خلاف رویہ خود ان کے لئے تباہی اور عذاب کا باعث بنتا ہے۔ اور ایسے کسی عذاب کی گرفت میں آئے ہوئے انسانوں پر سے اگر) ہم واقعی تھوڑا سا عذاب دُور بھی کر دیں (اور اُنہیں مہلت دے دیں کہ وہ سنور جائیں تو وہ پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے اور تباہی سے نکلنے کے فوراً بعد) بلاشبہ یہ اُسی (سرکشی و بغاوت) کی حالت میں لوٹ آتے ہیں (جس کی وجہ سے وہ تباہی کی گرفت میں آئے تھے)۔

یَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَۃَ الۡکُبۡرٰی ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

16-(لیکن) اُس دن جب ہم پکڑیں گے تو ہماری گرفت بڑی سخت ہوگی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جن اعمال کے نتائج جرائم بن کر سامنے آئیں تو ہم اُن کی سزا دیتے ہیں۔

وَ لَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَہُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ۙ

17-اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو اسی آزمائش میں ڈال چکے ہیں۔ کیونکہ اُن کے پاس بڑا عالی قدر رسول آیا تھا (اور جب ہم اُس قوم کے لوگوں کو سزاؤں کی گرفت میں لیتے تو وہ اسی رسولؑ سے کہتے کہ اپنے رب سے دُعا کرو کہ سزا ٹل جائے۔ مگر جب ہم ان کی سزا ٹال دیتے تو وہ پھر اُسی سرکشی کی راہ پر چل نکلتے، 43/49، 43/50)۔

اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ ؕ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۸﴾ۙ

18-(اور موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تھا) کہ اللہ کے بندوں کو (یعنی یہ اللہ کے غلام ہیں تمہارے غلام نہیں ہیں یعنی بنی اسرائیل کے لوگوں) کو میرے حوالے کردو (تاکہ میں انہیں آزادی کی فضا کی طرف لے جاؤں)۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں (یعنی یہ اللہ کا پیغام ہے جو میں تمہاری طرف پہنچا رہا ہوں۔ میں اس امانت یعنی بنی اسرائیل کا امین مقرر کیا گیا ہوں۔ مجھ پر اعتماد کرو اور یہ امانت میرے حوالے کردو۔ اس سے ہر ایک کو امن نصیب ہوجائے گا)۔

وَّ اَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ ۚ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹﴾ۚ

19-اور یہ کہ (میں آگاہی دے رہا ہوں) کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی اختیار نہ کرو۔ اور تم یقین کرلو کہ میں تمہارے پاس (وحی پر مبنی) صاف وشفاف دلیل لے کر آیا ہوں۔

وَ اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۲۰﴾۫

20-اور (تم مجھے اس کے جواب میں دھمکی دیتے ہو) کہ مجھے سنگسار کردو گے۔ میں اس کے لئے (اُس اللہ) سے سامانِ حفاظت طلب کرتا ہوں جو تمہاری اور میری دونوں کی نشوونما کر رہا ہے۔

وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾

21-اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو (یعنی اگر تم میری باتوں کو تسلیم نہیں کرتے) تو مجھ سے ایک طرف ہوجاؤ (اور جو میں بنی اسرائیل کو یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں، تو تم میرا راستہ نہ روکو۔ اور اس سلسلے میں مزاحمت مت کرو)۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

22-(لیکن ان لوگوں نے موسیٰؑ کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا)۔ چنانچہ موسیٰ نے اپنے رب سے دُعا کی کہ (اے میرے رب) اِس میں کوئی شک ہی نہیں رہ گیا کہ یہ تو مجرموں کی قوم ہے (اور اِس کے لوگ بڑی ہی زیادتی پر اتر آئے ہیں، اِن مجرموں کا کیا علاج کیا جائے؟ اور بنی اسرائیل کو ان کے چُنگل سے کس طرح چھڑایا جائے؟)۔

فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۲۳﴾

23-(اس پر ہم نے موسیٰؑ سے کہا کہ) یوں کرو! کہ میرے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات (یہاں سے نکل جاؤ اور یاد رکھو) کہ بلاشبہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

وَاتۡرُکِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۴﴾

24-اور (جب تم سمندر کے کنارے پہنچو گے) تو وہ ٹھہرا ہوا ہوگا اور تم اسے چھوڑ جانا یعنی تم وہاں سے نکل جانا۔ کیونکہ اس میں کوئی شک ہی نہ کرنا کہ (فرعون اور اس کا) وہ لشکر (وہاں پر) غرق ہونے والے ہیں۔

کَمۡ تَرَکُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۲۵﴾

25-(چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تم اے نوعِ انسان غور کرو کہ غرق ہو جانے کے بعد اہلِ فرعون) کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔

وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿۲۶﴾

26-اور زراعتیں اور عالیشان عمارتیں (چھوڑ گئے)۔

وَّ نَعۡمَةٍ کَانُوۡا فِیۡهَا فٰکِهِیۡنَ ﴿۲۷﴾

27-اور نعمتیں یعنی سامانِ آسائش کی فراوانیاں جس میں وہ عیش و عشرت کے مزے لوٹا کرتے تھے (سب دھرے کے دھرے رہ گئے)۔

کَذٰلِکَ ۟ وَ اَوۡرَثۡنٰهَا قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۲۸﴾

28-اور اِس طرح ہم نے دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا۔

فَمَا بَکَتۡ عَلَیۡهِمُ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَا کَانُوۡا مُنۡظَرِیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع 1 29 14

29-چنانچہ اُن (کی اس تباہی) پر نہ آسمان رویا نہ زمین۔ اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی (کیونکہ جب غلط اعمال کے تباہ کن نتائج سامنے آتے ہیں تو وہ گواہی ہوتے ہیں کہ مہلت گزر چکی)۔

وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ﴿۳۰﴾

30-اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں (کہ اس طرح) ہم نے بنی اسرائیل کو (فرعون کی غلامی کے) ذلت آمیز عذاب سے نجات دی۔

(**نوٹ**: یہ آیت 44/30 آگاہی دیتی ہے کہ انسان کی انسان کے لیے یا قوم کی قوم کے ہاتھوں غلامی کو اللہ نے عذابِ المھین یعنی ذلت ورُسوائی والا عذاب قرار دیا ہے۔ لہٰذا، انسان سوائے اللہ کے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی کا غلام کہلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو غلام رکھ سکتا ہے)۔

مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾

31-(بہرحال، بنی اسرائیل کو) فرعون (کی غلامی) سے (نجات حاصل ہوگئی)۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ (انسانیت کی اقدار کی) حدیں توڑنے والوں میں بڑے اونچے درجے کا حدود شکن واقع ہوا تھا۔

وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۲﴾

32-اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی بنی اسرائیل کو علم کی بناء پر اقوامِ عالم پر ترجیح دے رکھی تھی۔

(**نوٹ**: یہ آیت آگاہی دیتی ہے کہ جو قوم دوسری قوموں کے مقابلے میں زیادہ علم کی مالک ہوگی وہ اللہ کی بارگاہ میں ترجیح یافتہ ہو جائے گی)۔

وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ مَا فِیۡهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیۡنٌ ﴿۳۳﴾

33-اور ہم نے انہیں ایسے احکام وقوانین عطا کیے، جن پر وہ (عمل پیرا ہو کر) واضح انعامات کے حق دار بن گئے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ ﴿۳۴﴾

34-(اور اے رسولؐ! تمہارے مخالفین بھی اہلِ فرعون کی طرح یہی یقین کیے بیٹھے ہیں کہ انہیں اعمال کا جواب نہیں دینا پڑے گا)۔ چنانچہ یہ لوگ بڑے یقین سے کہتے ہیں (کہ زندگی بس اِس دنیا کی زندگی ہے جس کا خاتمہ موت کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے)۔

اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ ﴿۳۵﴾

35-(اور یہ کہ) ہمارا مرنا صرف ایک ہی بار ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۶﴾

36-(یہ کہتے ہیں کہ اگر مُردوں کو پھر سے زندگی مل سکتی ہے) تو اٹھا لاؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔

اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَکۡنٰهُمۡ ۫ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۷﴾

37-(اِن سے کہو کہ جن قوموں کو تباہ کر دیا گیا، وہ بہت زیادہ قوت وحشمت کی مالک تھیں۔ جیسے کہ اب خود ہی غور کرو کہ) یہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم یا وہ اقوام (بہتر تھیں) جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ہم نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ واقعی مجرم تھے۔

(**نوٹ**: تُبّع، یمن کے بادشاہوں کے ایک سلسلے کا نام تھا جس میں بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ اور اِن کا اقتدار یمن اور حضرت موت دونوں پر 270ء سے 525ء تک رہا یعنی محمدؐ سے تقریباً 45 سال پہلے تک اِن کا اقتدار تھا۔ تُبّع کے معنی ہیں جبار اور صاحبِ قوت۔ اس سلسلے کا آخری تبع یعنی آخری بادشاہ ذونواس 525ء میں تھا۔ تُبع کے اقتدار کا خاتمہ ابرہہ کے ہاتھوں ہوا)۔

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا لٰعِبِیۡنَ ﴿۳۸﴾

38-اور (کیا تم غور نہیں کرتے کہ) ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اِن کے درمیان ہے یونہی ہنسی مذاق کے طور پر تخلیق نہیں کیا۔ (یہ اس لئے سرگرمِ عمل ہیں کہ ہر کام ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب ہو جائے، 45/22)۔

مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾

39-ہم نے جو انہیں تخلیق کیا ہے تو یہ ہر لحاظ سے ایک نا قابلِ انکار سچائی پر مبنی ہے (یعنی یہ تخلیق ایک با قاعدہ مقصد اور نظام قوانین رکھتی ہے)۔ لیکن (انسانوں) میں سے زیادہ کو تو اِس کا علم ہی نہیں ہے۔

اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِیۡقَاتُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۙ۴۰﴾

40-لیکن یہ حقیقت ہے کہ سب کے لئے فیصلے کا دن مقرر کیا جا چکا ہے۔

یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡئًا وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿ۙ۴۱﴾

41-یہ وہ دن ہو گا جب نہ کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام آ سکے گا اور نہ ہی ان کو کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۲﴾ ع 2 13 15

42-البتہ وہ سنورنے والے جن کو قدم بہ قدم اللہ کی مدد و رہنمائی ان کے سنورنے کی وجہ سے میسر آتی رہی تا کہ وہ اپنے کمال تک پہنچ جائیں (اُن پر یہ بات لاگو نہیں ہو گی)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جو لامحدود قوتوں سے غالب ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿ۙ۴۳﴾

43-(اور جو اِس رحمت سے محروم ہوں گے۔ اُن کے لئے) زقوم کا درخت ہو گا۔

طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ ﴿۴۴﴾

44-یہ (زقوم کا درخت) ان لوگوں کو کھانے کے طور پر دیا جائے گا جو گناہ کرتے رہے (مگر نہ کبھی سنورنے کی کوشش کی، نہ توبہ کی، نہ استغفار کیا اور نہ ہی کبھی رحمت طلب کی)۔

كَالۡمُهۡلِ ۚ يَغۡلِىۡ فِى الۡبُطُوۡنِ ﴿۴۵﴾

45-(اور وہ کھانا) اُن کے باطنوں میں پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتا رہے گا۔

كَغَلۡىِ الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۶﴾

46-(یوں کھولتا ہوگا) جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰى سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۴۷﴾

47-(اور پھر حکم ہوگا کہ) اِسے پکڑ لو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ تک لے چلو۔

ثُمَّ صُبُّوۡا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۸﴾

48-(اور) پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈال دو (کیونکہ تمام گناہ بُرے دماغ سے ہی پیدا ہوتے ہیں)۔

ذُقۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ ﴿۴۹﴾

49-(اور اس سے کہا جائے گا کہ) تُو (اپنے آپ کو) بڑا صاحبِ غلبہ واقتدار اور عزت والا (سمجھتا تھا، لہٰذا، اب) حقیقی طور پر (عذاب) کا مزہ چکھو۔

اِنَّ هٰذَا مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

50-(اور ان سے کہا جائے گا کہ) حقیقتاً یہ ہے (وہ جہنم) جس کے لئے تم شک وشبہ میں پڑے رہتے تھے۔

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ مَقَامٍ اَمِيۡنٍ ﴿۵۱﴾

51-(ان کے برعکس) بلاشبہ وہ لوگ جو تباہ کُن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے (مُتقین)، وہ نہایت پُرامن مقام میں ہوں گے۔

فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۚ ﴿۵۲﴾

52-(ایسا مقام جس) میں ابدی مسرتوں سے لبریز باغات اور (شفاف پانیوں کے) چشمے ہوں گے۔

يَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ۚ ﴿۵۳﴾

معانقۃ 14

53-(اور وہاں وہ) ایک دوسرے کے روبرو باریک و دبیز ریشم کے لباس سے (آراستہ رہ رہے ہوں گے)۔

كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ ؕ‏﴿۵۴﴾

54-(جنت کا یہ حسین ماحول) اسی طرح ہوگا اور ہم ان کے ایسے ہم نشین بنا دیں گے جو پاکیزہ عقل و نگاہ کے مالک ہوں گے۔

(نوٹ: بعض مفسرین اس آیت 44/54 کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: اسی طرح ہوگا اور ہم انہیں گوری رنگت والی کشادہ آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' جن الفاظ سے انہوں نے یہ مطلب اخذ کیا ہے وہ ہے بحُورِ عین ۔ بہرحال، لفظ حُور کا مادہ (ح ور) ہے۔ حُور بذاتِ خود جمع کا لفظ ہے۔ اس کا واحد اَحور بھی ہے اور حوراء بھی ہے جو مونث ہے۔ حُور کے لفظ کا بنیادی مطلب ہے لوٹنا۔ واپس ہونا۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جانا۔ سفید ہونا۔ چنانچہ ایسے مرد یا ایسی عورتیں جن کی آنکھ کی سفیدی بہت سفید ہو اور سیاہی بہت سیاہ ہو اور جلد کا رنگ صاف ہو تو وہ بھی حور کہلاتے ہیں۔ جس طرح حور مذکر اور مونث دونوں کے لئے آتا ہے اسی طرح عین بھی اعین (مذکر) اور عیناء (مونث) دونوں کی جمع ہے۔ بہرحال، احور جس کی جمع حور ہے کے معنی پاکیزہ عقل Pure or clean intellect کے لئے جاتے ہیں یعنی چالاک اور مکار عقل نہیں بلکہ پاک اور صاف عقل۔ کیونکہ عقل بھی کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے الٹتی پلٹتی ہے تاکہ جسے پرکھنا ہے وہ صاف طور پر پرکھی جا سکے۔ اس لئے حور کا بنیادی مطلب صاف و پاکیزہ عقل لیا جاتا ہے۔ اور زوجنھم جس کا مادہ (زوج) ہے صرف میاں بیوی بننے کے نہیں بلکہ جنت کے حوالے سے اس کا مطلب ہم نشین ہے کیونکہ جنت عورتوں کے لئے بھی ہے اور مردوں کے لئے بھی ہے۔ اسی طرح عین کا مطلب نگاہ ہے جو مرد کے لئے بھی ہے اور عورت کے لئے بھی ہے۔ لہٰذا، آیت کا ترجمہ اسی تحقیق کے مطابق کیا گیا ہے)۔

يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيۡنَ ۙ‏﴿۵۵﴾

55-(اور وہاں) وہ مکمل اطمینان اور ہر طرح کے خوف سے پاک زندگی بسر کریں گے۔ اور اُن کی طلب پر ہر طرح کی لذیذ چیزیں (فراوانیوں میں میسر ہوں گی)۔

لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰى ۚ وَوَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ۙ‏﴿۵۶﴾

56-وہاں وہ اس پہلی موت کے سوا (جو اِن کے طبعی جسم پر دنیا میں واقع ہوئی تھی، پھر) موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ اور انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ کر لیا جائے گا۔

فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ‏﴿۵۷﴾

57-(اے نوعِ انسان! جو کچھ جنت میں میسر آئے گا، تو وہ) فضیلتیں و فراوانیاں تمہیں نشو و نما دینے والے کی طرف سے ہی تو ہیں۔ (سوچو کہ) یہ کس قدر بڑی کامیابی ہے (اُن انسانوں کے لئے جو دنیا میں تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ

کے احکام وقوانین سے چمٹے رہے اور جنت میں داخل ہونے کی کامیابی حاصل کر گئے، 44/51، 44/52)۔

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ۝۵۸

58- لہٰذا، ہم نے (صداقتوں، حقائق اور ان کی باریکیوں کو اور عقل کی وسعتوں پر مبنی تحقیق طلب رازوں کو، اے رسولؐ) اس لئے تمہاری زبان میں (انسانوں کے لئے) آسان کر دیا ہے تا کہ وہ (آسانی سے) آگاہی حاصل کر سکیں۔

ع 3 17 16

فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ۝۵۹

59- (اب رہی یہ بات کہ سرکشی و انکار کرنے والوں کے اعمال کے نتائج مرتب ہو کر کب سامنے آئیں گے۔ تو اس کے لئے بات) یوں ہے کہ تم بھی انتظار کرو اور یہ بھی انتظار کریں۔ (سنورنے کے لئے مقرر کی گئی مہلت جب ختم ہو جائے گی تو سب کچھ سامنے آ جائے گا)۔